

## نئی صدی کی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ

### گھروں کو جنت نشان بنا دیا جائے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ اپریل ۱۹۸۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات تلاوت کیں:

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمَنُ  
الرَّحِيمُ ۝ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ  
السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ  
سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ  
الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى ۚ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (الحشر: ۲۳-۲۵)

پھر فرمایا:-

جماعت احمدیہ کی دوسری صدی کا پہلا رمضان گزر رہا ہے اور آج ہم اس رمضان مبارک کے آخری عشرہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ وہ عشرہ ہے جس میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مطابق راتوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ ویسے تو حضور اکرم ﷺ کی ہر رات ہی زندہ رات ہوا کرتی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑھ کر اس بات کا اور کون گواہ ہو سکتا ہے پھر وہ کیا خاص بات تھی جو آپ نے ان آخری

راتوں میں دیکھی؟ کہ وہ بے اختیار یہ کہنے پر مجبور ہو گئیں کہ رمضان مبارک کے آخری عشرہ میں تو آنحضرت ﷺ اپنی راتوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ پس مراد یہ ہے کہ آپ کی پہلی راتوں کی زندگی کے مقابل پر ایک ایسی نئی چمک ان راتوں میں آیا کرتی تھی کہ بے اختیار انسان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا تھا کہ گویا اب راتیں زندہ ہوئی ہیں۔ یہ فصاحت و بلاغت کا کمال ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت ﷺ کے ہر رمضان مبارک کے ہر آخری عشرہ کی تعریف میں بیان فرمایا۔

اس موقع پر میں نے سوچا کہ جماعت احمدیہ کو کس دعا کی خصوصیت سے تلقین کروں اور کس نیکی کی طرف خصوصیت کے ساتھ بلاؤں۔ ویسے تو جماعت ان دنوں نہایت ہی اہم تاریخی لمحات میں سے گزر رہی ہے اور صرف ایک ہی ملک میں نہیں بلکہ اور بھی بہت سے ممالک میں جماعت کو کئی قسم کے مصائب اور شدائد کا سامنا ہے اور پہلا دھیان جو ذہن میں آتا ہے وہ یہی آتا ہے کہ ان مظلوم بھائیوں کی استقامت کے لئے دعا کی تلقین کی جائے جو ان مصائب کا مردانہ وار مومنانہ صداقت کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں اور پھر ان کے دلوں کی ڈھارس کی دعا کی تلقین کی جائے۔ ایسی ڈھارس کی دعا کی تلقین کی جائے جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور انسانی کوشش اور جدوجہد کا اس سے تعلق نہیں غرضیکہ ان باتوں کو سوچتے ہوئے بالآخر میرا ذہن جس بات پر ٹھہرا اور جم گیا وہ یہ بات تھی کہ میں توحید کی طرف جماعت احمدیہ کو بلاؤں اور توحید ہی کے ضمن میں دعاؤں کی تلقین کروں۔

یہ دور جس دور میں سے ہم گزر رہے ہیں یہ دور آتے ہیں اور چلے جایا کرتے ہیں اور بہت سی برکتیں اپنے پیچھے چھوڑ جاتے ہیں یہ غم عارضی ہیں جو خوشیاں ان کے بعد آنے والی ہیں وہ دائمی ہیں اور ہر اس غم کے پیچھے جو خدا تعالیٰ کی خاطر برداشت کیا جائے لازماً ایک دائمی خوشی پیچھے رہ جایا کرتی ہے اور اسی کا نام جنت ہے۔ یہی وہ جنت ہے جو اس دنیا میں مشاہدہ کریں وہ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ خدا کے فضل کے ساتھ ان کو اگلی دنیا میں بھی یہ جنت نصیب ہوگی۔ پس یہ باتیں جو غم کے بھیس میں آیا کرتی ہیں یہ ہمیشہ مومنوں کو خوشیوں کا اور تقویٰ کا لباس پہننا کر چلی جایا کرتی ہیں لیکن ایک چیز جس کی ہمیں بہت شدید ضرورت ہے اور تمام دنیا کی جماعتوں کو، جماعت کے ہر فرد کو ضرورت ہے وہ توحید خالص کو اختیار کرنا ہے۔ اس کا ان وقتی آزمائشوں سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ ایک مستقل مضمون ہے، یہ وہ مقصد اعلیٰ ہے جس کی خاطر مذہب قائم کئے جاتے ہیں۔ یہ انسانی زندگی کا

معراج ہے جسے ہم نے حاصل کرنا ہے اور جیسا کہ آپ نے بارہا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ سے سنا کہ اگلی صدی غلبہ تو حید کی صدی ہوگی۔ اس لئے اس صدی کے آغاز ہی میں اس پہلے رمضان مبارک کے آخری مبارک عشرہ میں میں نے سوچا کہ میں تو حید ہی کی تلقین کروں اور تو حید کے غلبہ کی تیاری سے متعلق آپ کو کچھ نصیحت کروں اور اسی ضمن میں کثرت کے ساتھ دعائیں کرنے کی تلقین کروں۔

تو حید کا مضمون بظاہر بہت ہی آسان ہے اور عمومی تصور یہ پایا جاتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اعلان تو حید کے غلبے کو ظاہر کرتا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار انسان کو جہاں تو حید کا مضمون سکھاتا ہے وہاں تو حید کے سب سے اعلیٰ وسیلے کی طرف بھی اس کی راہنمائی کرتا ہے۔ اس بات سے تو انکار نہیں کہ یہ دونوں باتیں درست ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مضمون اتنا سسطی نہیں جتنا دکھائی دے رہا ہے۔ اتنا آسان بھی نہیں کہ جس طرح اس فقرے میں جو میں نے بیان کیا آپ کو سمجھ آ گیا کہ ہاں یہ تو حید ہوا کرتی ہے اور یہ رسالت کا اقرار ہوتا ہے۔ بہت ہی گہرا مضمون ہے جو مسلسل جدوجہد کو چاہتا ہے۔ اس کا سمجھنا بھی درحقیقت لمبے تجارب کے بعد نصیب ہوا کرتا ہے اور اس کو سمجھنے کے بعد پھر تو حید کو اپنے نفس پر جاری کرنا ایک بہت ہی مشکل مضمون ہے اور اسی کا نام جہاد اکبر ہے اور یہی وہ جہاد ہے جس کی قرآن کریم نے کثرت کے ساتھ اور شدت کے ساتھ تلقین فرمائی ہے۔

پس ہم جنہوں نے یہ آج یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم اس صدی میں داخل ہو رہے ہیں جو غلبہ تو حید کی صدی ہے اگر ہم نے اس تو حید کو خود نہ سمجھا اور خود اپنے دلوں پر اور اپنے نفوس پر اور اپنی رگ جان میں جاری نہ کیا تو پھر ہمارے دعوے بھی محض کھوکھلے اور بلند بانگ دعاوی تو ثابت ہوں گے جن کے پیچھے حقیقت کوئی نہیں ہوگی۔ یعنی دعووں کی آواز تو بہت بلند ہو جائے گی لیکن وہ اعمال جو ان دعووں کو نفع دینے کے لئے ضروری ہوا کرتے ہیں ان اعمال سے یہ دعاوی خالی ہوں گے۔

اس مضمون پر غور کرتے ہوئے چونکہ یہ بہت وسیع مضمون ہے میں نے اس کا ایک حصہ آج چنا ہے اور وہ ہجرت کا مضمون ہے۔ تو حید کے ساتھ ایک ہجرت کا تعلق ہے جس کا قرآن کریم میں بڑی وضاحت کے ساتھ ذکر ملتا ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس پر بارہا بہت ہی بلند حکمت اور عرفان کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر میں قرآن کریم فرماتا

ہے فَأَمَّنَ لَهُ لُوطٌ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (العنکبوت: ۲۷) کہ لوط ابراہیم پر ایمان لے آئے اس وقت ابراہیم نے یہ کہا کہ میں تو اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ یقیناً وہ عظیم الشان غلبے کا مالک خدا ہے اور بہت ہی حکیم ہے، بہت معزز ہے اور بہت صاحب حکمت ہے۔ یہاں میں نے یہ ترجمہ کیا إِنِّي مُهَاجِرٌ میں ہجرت کرنے والا ہوں۔ عموماً یہی ترجمہ قرآن کریم کے تراجم میں ملتا ہے لیکن ایک اور ترجمہ بھی ممکن ہے اور میرے نزدیک وہی زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں تو ہمیشہ اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا چلا جاتا ہوں اور ایک لمحہ بھی میری زندگی میں ایسا نہیں آتا کہ میں اپنے رب کی طرف مہاجر نہ ہوں یعنی ہجرت نہ کر رہا ہوں۔ یہ ترجمہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی تصدیق کی سند رکھتا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں میں وہ حدیث بھی آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ مہاجر کی صحیح تعریف کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہجرت کی دو نشانیاں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ تو برائیاں چھوڑ دے اور دوسری یہ ہے کہ تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرے اور یہ ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک توبہ قبول نہیں کی جاتی اور توبہ اس وقت تک مقبول ہوتی رہے گی یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو (مسند احمد بن حنبل جلد اول حدیث نمبر: ۱۶۷۱) یعنی توبہ کی مقبولیت کا مضمون بھی ابدی ہے اور یہ خیال کر لینا کہ کوئی ایسا وقت آئے گا انسانی زندگی پر جب اس کی توبہ قبول اور اس کے بعد اس کو مزید توبہ کی ضرورت نہ رہے گی۔ یہ ایسا ہی خیال ہے جیسے کوئی انسان سوچے کہ سورج مغرب سے نکل آئے گا۔ آنحضرت ﷺ نے جس سورج کے مغرب سے نکلنے کا ذکر فرمایا ہے وہ اور مضمون ہے۔ یہاں طرز بیان یہ ہے کہ جس طرح یہ ناممکن ہے کہ مادی سورج کبھی مشرق کو چھوڑ کر مغرب سے طلوع کر جائے ویسے یہ بھی ناممکن ہے کہ انسان توبہ کی اس آخری حالت کو پالے جس کے بعد کسی اور توبہ کی ضرورت باقی نہ رہے اور چونکہ یہ ممکن نہیں ہے اس لئے انسانی ہجرت کا سفر کبھی بھی طے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کو آنحضرت ﷺ نے مقبولیت توبہ سے باندھ دیا۔ پس جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ عرض کرتے ہیں خدا کے حضور یا بندوں کو یہ بتاتے ہیں کہ إِنِّي مُهَاجِرٌ میں اپنے رب کی طرف مہاجر ہوں تو اس سے مراد یہ ہے کہ میں ہر لمحہ، اپنی زندگی کا

ہر سانس خدا کی طرف ہجرت کر رہا ہوں۔

اس کا توحید سے کیا تعلق ہے؟ دراصل اس کا توحید سے بڑا گہرا تعلق ہے اور توحید کا جو پہلا اعلان ہے، اعلان کا پہلا حصہ ہے اس کے اوپر اس مضمون سے روشنی پڑتی ہے۔ آپ کہتے ہیں لا الہ الا اللہ پہلے لا الہ کا اعلان ہے پہلے اللہ کے ثبات کا اقرار نہیں۔ لا الہ کے بغیر اللہ تک پہنچنا ممکن ہی نہیں ہے اور لا الہ کا مضمون یہ ہے کہ انسان ہر غیر اللہ کو پہلے کا عدم کر دے اور جب مصنوعی خدا مرنے لگیں اور ان کا خلا پیدا ہونا شروع ہو جائے تو کائنات میں ہر سمت میں سوائے خدا کے اور کچھ دکھائی نہیں دے گا اور سہارے کے لئے خدا کی ذات کے سوا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ یہ ہے توحید خالص اور ہجرت کا مضمون یہ ہے کہ باری باری انسان اپنے نفس پر غور کرتے ہوئے، اس کا محاسبہ کرتے ہوئے ان تمام موجودات سے بے نیاز ہوتا چلا جائے جن کی طرف وہ مشکل کے وقت اور ضرورت کے وقت جھکا کرتا ہے۔ ویسے تو خدا کی کائنات سے کوئی بے نیازی ممکن نہیں لیکن یہ ایک معنوی کیفیت ہے یعنی ظاہری طور پر بے نیاز نہ ہوتے ہوئے بھی حقیقی اور عارفانہ طور پر ایک انسان ایک چیز سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔ بسا اوقات انسان کسی چیز سے تعلق رکھتا ہے لیکن وہ چیز اگر اس سے تعلق توڑ لے تو اس کو کوئی بھی فرق نہیں پڑتا۔ ان معنوں میں خدا تعالیٰ بے نیاز ہے۔ ان معنوں میں بے نیاز نہیں کہ اس کا کسی چیز سے تعلق نہیں۔ تو جب خدا کا اپنی کائنات کے ہر ذرے اور ہر وجود سے ایک گہرا تعلق ہے تو ہم اسے بے نیاز کیسے کہہ سکتے ہیں؟ انہی معنوں میں کہ وہ چیز اگر خدا سے روگردانی کرے، اس سے تعلق توڑے تو خدا تعالیٰ کی ذات کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پس انہی معنوں میں انسان کو تمام کائنات کے ہر وجود سے بے نیاز ہونا پڑتا ہے تب لا الہ کا مضمون پیدا ہوتا ہے۔ ورنہ تو ہر طرف الہ ہی الہ آپ کو دکھائی دیں گے۔ اتنے الہ ہیں کہ آپ ان کا شمار ہی نہیں کر سکتے، آپ کے دلوں میں بھی پیدا ہونے والے ہیں، آپ کے ماحول میں بھی پیدا ہونے والے ہیں۔ ہر طرف آپ کو الہوں کا ایک انبار نظر آئے گا، ایک ہجوم کثیر دکھائی دے گا، ایک انبوہ کثیر دکھائی دے گا نہ ختم ہونے والا لیکن بطور الہ کے آپ ان کو پہچانتے نہیں اور واقعہ یہ ہے کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ آپ بطور الہ کے ان کو اہمیت دیں لیکن جب بھی ابتلا آئے اور جب بھی مشکل وقت پڑتے ہیں اس وقت انسان کے ذہن میں ان کی اہمیتیں ابھرنے لگتی ہیں۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں یہ بھی شرک نہیں لیکن اگر

ان کی اہمیت اتنی ثانوی رہے۔ ثانوی کا لفظ بھی پوری طرح اس پر اطلاق نہیں پاتا اگر ان کی اہمیت، اہمیت کے باوجود اتنی بے حیثیت ہو کہ وہ ہو یا نہ ہو اگر خدا آپ کے ساتھ ہے تو آپ کو اس کا کوئی فرق نہ پڑے۔ یہ مضمون اگر ہر ابتلاء کے وقت ہر اس موقع پر جب آپ نے دو چیزوں میں سے ایک اختیار کرنی ہے آپ کے ذہن میں نمایاں ہو کر ابھرتا ہے اور کامل یقین کے ساتھ آپ ایک فیصلہ کرتے ہیں کہ میرا انحصار اس چیز پر نہیں ہے، میرا انحصار خدا پر ہے تو اس حصے سے آپ کی خدا کی طرف ہجرت ہو جاتی ہے۔ یہ ہجرت کا مضمون جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اتنا آسان نہیں ہے۔ اکثر انسان اس کو تفصیل کے ساتھ اپنی زندگی کے تجارب پر وارد ہی نہیں کر سکتے اور بہت سے خوش نصیب ایسے ہیں جو یہ مضمون سمجھتے ہیں اور آہستہ آہستہ مؤحد بننے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں لیکن ان کے لالہ کا دائرہ اپنے قریب کے دائرے سے باہر ہوتا ہے۔ دور کے علاقوں میں تو لالہ کا مضمون ان کو دکھائی دینے لگ جاتا ہے مگر جتنا اپنے ماحول کے قریب آتے ہیں اتنا ہی اللہ نظر آنے شروع ہو جاتا ہے اگر وہ دیکھنا چاہیں تو۔ مثلاً کسی بہت ہی پیارے کی جدائی کا صدمہ ہے بعض ماؤں کے اکلوتے بچے فوت ہو جاتے ہیں اس وقت درحقیقت ان کی توحید آزمائی جاتی ہے۔ صدمہ ضرور ہوتا ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کسی چیز سے تعلق رکھنا یہ اس بات کے خلاف نہیں ہے کہ انسان مؤحد ہو کسی سے تعلق رکھنا بے نیازی کے مضمون کے مخالف نہیں ہے۔ ورنہ خدا کا کائنات میں کسی چیز سے کوئی تعلق نہ رہے لیکن اس تعلق کے وقت جہاں ایک خلا پیدا ہوتا ہے کیا وہ خلا خدا بھردیتا ہے یا نہیں؟ یہ مضمون ہے جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور یہی وہ مضمون ہے جو انبیاء علیہم السلام کو عظیم الشان صبر عطا کرتا ہے اور **فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ** (الاعراف: ۳۶) کا یہی دراصل مضمون ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انبیاء پر خوف کے وقت نہ آئیں؟ خوف کے وقت تو آتے ہیں۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ پر بھی بڑے بڑے خوف کے وقت آئے اور حزن کے وقت بھی آئے اور بعض احادیث سے پتا چلتا ہے کہ آپ نے خود فرمایا کسی بات پر کہ اس وجہ سے میں محزون ہوں لیکن قرآن کریم اعلان کر رہا ہے **فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ** تو اس سے مراد کیا ہے؟ اس سے مراد یہی ہے کہ کوئی خوف ایسا ان کی زندگی پر نہیں آتا جو ان کو مغلوب کر لے کیونکہ ہر خوف کے وقت خدا ان کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے۔ ہر خلا کو پُر کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی ہستی ہر لمحہ ہر آن ان

کے ساتھ موجود رہتی ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے بھی جب قوم کو خوف درپیش تھا، آپ کو بھی خوف درپیش تھا۔ آپ نے فرمایا میرا رب میرے ساتھ ہے وہ میری ہدایت کرے گا۔ آنحضرت ﷺ نے غار ثور میں فرمایا لَمْ تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (التوبة: ۴۰) اے ابو بکر کوئی غم نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تو غم تو تھا لیکن اس تو حید کامل نے اس غم کو کالعدم کر دیا، اس کو بے حیثیت کر دیا۔ پس ہر طرف پہلے خلا پیدا کرنے پڑیں گے مواحد بننے کے لئے۔ اپنے ہر تعلقات کے دائرے پر نظر کرنی پڑے گی، اپنے نفوس کا جائزہ لینا ہوگا، یہ دیکھنا ہوگا کہ کس حد تک وہ ایسے وجود ہیں جو کسی حالت میں بھی آپ کو چھوڑ نہیں سکتے یعنی آپ ان کو چھوڑ نہیں سکتے اور اگر وہ ہاتھ سے جائیں تو آپ کے اندر بے اختیار واویلے کی اور نوے کی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور وہ غم ہو سکتا ہے آپ کو مغلوب کر لے اور نڈھال کر دے۔ اگر کوئی ایسی شکل ہے تو پھر وہاں جھوٹے خدا موجود ہیں اور ان سے نجات حاصل کرنا یہ تو حید کامل ہے۔ اسی کا نام اللہ کی طرف ہجرت کرنا ہے۔ اس مضمون کا آغاز برائیاں چھوڑنے سے ہوتا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں برائیاں چھوڑو تو درحقیقت اس کا ہجرت ہی سے تعلق ہے اور تو حید ہی سے تعلق ہے۔ اب برائیوں کے اوپر آپ جب غور کریں کہ آپ کیوں ان کو نہیں چھوڑتے؟ تو ہر تجربے کے وقت یہ بات سامنے آئے گی کہ ایک چھوٹا سا بت ہے جس کی آپ پوجا کر رہے ہیں۔ عمداً بالارادہ نہ سہی غیر ارادی طور پر ہی سہی ایک نفس کی مجبوری کی حالت کے طور پر ہی سہی، بعض عادتوں کے آپ غلام بن چکے ہیں، مجبور ہو گئے ہیں لیکن وہ بت بہر حال اپنی جگہ قائم رہتے ہیں اس لئے وہ شخص جو موحّد کامل نہ ہو وہ کبھی بھی برائیوں سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔

پس وہ جتنی نصیحتیں میں نے جماعت کو کی ہیں نئی صدی میں داخل ہونے کے لئے ان کا دراصل تو حید ہی سے تعلق ہے۔ بارہا میں نے کہا کہ اپنے چھوٹوں سے شفقت کا سلوک کریں، اپنے گھروں کو جنت نشان بنائیں، اپنی بیچاری مظلوم بیویوں کا بھی خیال کریں۔ وہ بھی کسی کی بیٹیاں تھیں ناز و نعم سے پلنے والی۔ آپ کے زیر اثر آگئیں ان کو اس حالت میں نہ چھوڑیں کہ فرعون کی بیوی کی طرح ان کے دلوں سے دعائیں نکلیں کہ اے خدا ہم مظلوم اور مجبور ہیں، ہمارا کوئی اختیار نہیں ہے، تو ہمیں ان مظالم سے بچا۔ یہ ساری باتیں اور اس کے علاوہ بے شمار معاشرے کی برائیاں ہیں جن کو میں نے گزشتہ چند سالوں میں ایک ایک کر کے لیا اور جماعت کے سامنے رکھا۔ ان باتوں کو کچھ چھوڑنے

والے خوش نصیب بھی ہیں لیکن بہت سے ایسے بھی ہیں جو آج تک ان کو چھوڑ نہیں سکے۔ ہزاروں لاکھوں ایسے دکھ ہیں جماعت میں ابھی تک جو میری طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں کوئی مظلوم ہے، کسی کے پیسے کھائے گئے ہیں، کسی کی جائیداد چھینی گئی ہے، کسی کو دوسرے اور طریق سے حقوق سے محروم کیا گیا ہے، کسی بیوی نے خاوند سے بدسلوکیاں کی ہیں، کسی خاوند نے بیوی سے بدسلوکیاں کی ہیں، کوئی ماں باپ ہیں جو بچوں کے حقوق ادا نہیں کر رہے، ان کے ساتھ مناسب شفقت اور رحمت سے پیش نہیں آ رہے۔ کچھ بچے ہیں جو ماں باپ سے باغی ہو رہے ہیں، کچھ ماں باپ ہیں جو نرمی کو اس حد تک پہنچا دیتے ہیں کہ بچوں میں برائیاں سرايت کرتی چلی جاتی ہیں وہ خدا سے بھی غیر ہوتے چلے جاتے ہیں ان کو کوئی فکر نہیں ہوتا۔ یہ سارے جتنے مظاہر ہیں یہ شرک کے مظاہر ہیں اور جب تک جماعت تو حید پر قائم نہیں ہوتی اس وقت تک ان مصائب اور برائیوں سے نجات ممکن نہیں ہے اور نجات حاصل کرنے کے لئے جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا اپنے شعور کو زیادہ تیز کریں اور اپنے مطالعہ کو وسیع بھی کریں اور گہرا بھی کریں۔ دور کی نظر بھی رکھیں اور قریب کی نظر بھی رکھیں۔ مشکل یہ ہے کہ روحانی طور پر بھی انسان کو کم و بیش ویسی ہی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں جیسے جسمانی طور پر لاحق ہوا کرتی ہیں۔ میں نے دیکھا ہے جیسے مادی دنیا میں بعضوں کی دور کی نظر کمزور ہوتی ہے اور بعضوں کی قریب کی نظر کمزور ہوتی ہے۔ روحانی دنیا میں بھی بعینہ یہی نظارے ملتے ہیں۔ بعض لوگوں کو وہ خطرات دکھائی نہیں دیتے روحانی جو کچھ فاصلے پر کھڑے ہوں۔ آئندہ آنے والی نسلوں کو درپیش ہونے والے ہوں ان سے بالکل وہ لوگ اندھے رہتے ہیں۔ جب خطرات آ جاتے ہیں سر پر پہنچ جاتے ہیں بعض اوقات گھبرا ڈال لیتے ہیں اس وقت ان کو دکھائی دینے لگتے ہیں۔ بعضوں کی قریب کی نظر اندھی ہوتی ہے دور کی تیز ہوتی ہے تو دور کے خطرات بھی دیکھ لیتے ہیں اپنے ماحول کے دور دور کی برائیاں بھی دیکھ لیتے ہیں اور خاص طور پر غیروں کی برائیاں دیکھنے میں تو نظر اتنی تیز ہوتی ہے کہ انسان حیرت سے ان کی نظر کی تیزی کو دیکھتا ہے کہ باریک سے باریک برائیاں جو ابھی ظاہر بھی نہیں ہوتیں وہ ان کو دکھائی دینے لگ جاتی ہیں اور جتنا قریب آتے جائیں اتنی نظر اندھی ہوتی چلی جاتی ہے۔ نہ اپنی برائی دکھائی دیتی ہے، نہ اپنی بیوی کی، نہ اپنی بیٹیوں کی، نہ اپنے بیٹوں کی، نہ اپنے پوتوں پر پوتوں کی، نہ اپنے دوستوں کی۔ بس اس قریب کے ماحول میں سب کچھ ٹھیک ہے باہر نکلتے ہی نگاہ تیز ہو جاتی ہے۔



تو جب تک آپ اپنی نگاہ کو تیز نہ کریں اور دور کی نظر کو بھی تیز نہ کریں اور قریب کی نظر کو بھی تیز نہ کریں اور اپنی فراست کو روشنی نہ عطا کریں اس وقت تک آپ کو یہ بت دکھائی نہیں دیں گے اور جب بت دکھائی ہی نہیں دیں گے تو آپ ان کو توڑیں گے کیسے؟

اس لئے اس صدی کی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ ہم توحید کامل کے مضمون کو سمجھیں اور اس کے ساتھ چمٹ جائیں اور اس کے ساتھ وابستہ ہو جائیں۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے بارہا یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہماری جتنی مشکلات اور جتنی مصیبتیں ہیں ان کا حل توحید ہے اور توحید آپ کے سارے مصائب کا ازالہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ وہ مصائب اور وہ مشکلات جو جماعت کو درپیش ہیں اگر جماعت بڑی شدت و قوت کے ساتھ توحید کے مضمون کو پکڑ کر بیٹھ جائے تو وہ ساری مصیبتیں دور ہو جائیں گی۔ خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے قرآن کریم میں کہ میں موحدین کے مقابل پر مشرکوں کو نہیں جیتنے دوں گا۔ کامل غلبے کا یقین دلایا ہے موحدین کو اور بار بار اس مضمون کو بیان فرمایا کہ ممکن ہی نہیں ہو ہی نہیں سکتا کہ مشرک موحدین پر غالب آجائیں اور چونکہ انبیاء کی جماعتوں کے دشمن خواہ منہ سے توحید کا اقرار کرنے والے ہوں فی الحقیقت وہ مشرک ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس وقت اس مضمون کی تفصیل میں جانے کا ذکر نہیں آسندہ جب اس مضمون کو چھیڑوں گا تو میں آپ کو بتاؤں گا کہ کس طرح دو اور دو چار کی طرح یہ دکھایا جاسکتا ہے کہ یہ جتنے بھی سچائی کے دشمن ہوتے ہیں وہ اپنے وقت میں مشرک ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان کی ہر بات میں شرک داخل ہو چکا ہوتا ہے۔ پس شرک کے مقابل پر توحید کی طرف دوڑنا یہ ہجرت ہے اور یہ وہ دراصل روحانی ہجرت ہے جس کی قرآن کریم میں بار بار تاکید فرمائی گئی ہے۔ اس کے بغیر خالی جسمانی ہجرت کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اول ہجرت یہ ہے اور یہ ہجرت اگر ہو جائے تو پھر انسان مقام محفوظ میں داخل ہو جایا کرتا ہے ورنہ آجکل تو جسمانی ہجرت کے راستے ویسے ہی مسدود ہیں۔ آجکل کے زمانے میں ایسے ایسے قوانین بن گئے ہیں کہ کبھی اپنے وطن والے آپ کو ہجرت نہیں کرنے دیتے، کبھی دوسرے قبول نہیں کرتے۔ ہزار مصیبتوں میں سے گزر کر بعض دفعہ بعض لوگ فریب دہی سے کام لے کر پھر ہجرت کرتے ہیں اب وہ خدا کی خاطر ہجرت تو نہیں ہو سکتی۔ کہیں قرآن کریم میں آپ کو فریب اور ہجرت کا مضمون اکٹھا نہیں ملے گا۔ وہ ہجرت اپنی تن آسانی کے لئے ہو سکتی ہے، بعض جسمانی مصیبتوں سے بھاگنے کے لئے

ہوسکتی ہے، رزق کی کشائش کی خاطر ہوسکتی ہے مگر یہ وہ ہجرت نہیں ہے جس کا قرآن کریم نے ہجرت الی اللہ کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔ یہ وہ ہجرت نہیں ہے جس کا مضمون آنحضرت ﷺ نے بارہا مختلف رنگ میں کھول کے ہمارے سامنے پیش فرمایا اور جس کا عرفان اپنی امت کو آپ نے عطا فرمایا ہے۔ ہجرت ہوتی ہے خوف سے امن کی طرف اور حقیقت یہ ہے کہ اگر جسم خوف کی حالت میں بھی رہیں اور روح خدا کی طرف ہجرت کر جائے تو انسان کو امن نصیب ہو جایا کرتا ہے۔ پھر یہ دنیا کے Tarif دنیا کے قوانین، دنیا کی روکیں اور پاسپورٹ اور ویزوں کے جھگڑے ایسے انسان کو مقام امن میں داخل ہونے سے نہیں روک سکتے کیونکہ خدا کی طرف ہجرت کے لئے کوئی روک نہیں ہے سوائے نفس کی ان دیواروں کے جو انسان خود اپنے ارد گرد کھڑا کر لیا کرتا ہے۔

پس حقیقت میں آج کے مصائب کا حل بھی، آج کی ان مشکلات کا حل بھی جو مختلف جماعتوں کو مختلف ممالک میں دکھائی دے رہی ہیں اور جن میں سے ان کو گزرنا پڑ رہا ہے وہ یہی ہے کہ وہ ہجرت کر جائیں اور ہجرت شرک سے توحید کی طرف ہو کرتی ہے۔ اگر آپ توحید کی طرف ہجرت کر جائیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ قرآن کریم آپ کے حق میں یہ گواہی دے گا کہ **فَلَا حَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ** ان کے اوپر کوئی خوف نہیں رہا اور کوئی حزن ان پر باقی نہیں ہے۔ یہ مقام مامون میں داخل ہو گئے ہیں، مقام محفوظ میں داخل ہو گئے ہیں اور اس ہجرت کو اختیار کرنے کے لئے آپ کو کسی قسم کی دقتوں، مصیبتوں میں سے گزرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ہر قدم جو اس ہجرت کی راہ میں آپ اٹھاتے ہیں وہ راحت کا قدم ہے، طمانیت کا قدم ہے۔ وہ لوگ جن کو برائیوں سے بالارادہ نجات حاصل کرنے کا تجربہ ہے وہ جانتے ہیں کہ پہلے اس سے بہت مشکل دکھائی دیا کرتی ہے لیکن جب انسان عزم کر کے خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ایک فیصلہ کرتا ہے، اس سے مدد مانگتے ہوئے وہ برائی کو چھوڑنے کے لئے قدم اٹھاتا ہے تو اچانک ساری مشکلات اس کی غائب ہو جاتی ہیں۔ وہ بڑے ہی راحت اور اطمینان کی فضا میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر جب مُرُک دیکھتا ہے تو حیران ہوتا ہے کہ میں کن چیزوں میں مبتلا تھا کس مصیبت میں مبتلا تھا۔ وہ نجات کا دن ہے لیکن جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کوئی ایک دن ایسا نہیں ہے جسے آپ نجات کا دن قرار دے کر پھر ہمیشہ کے لئے اس سے چھٹی کر جائیں، اس کوشش کو ترک کر دیں اور اس میں ایک لطف کی

بات بھی ہے۔ نجات میں لطف ہے اور مزہ ہے۔ اگر ایک ہی نجات کا دن ہوتا تو آپ کے لطف اور مزے کا دن آپ کی زندگی میں بہت پیچھے رہ جایا کرتا، محض اس کی یادیں رہ جایا کرتیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ اس نے انسان کو یہ مضمون باریکی سے سمجھنے کی ایسی توفیق عطا فرمائی، ایسی قابلیت بخشی ہے کہ ہر روز اس کے لئے کسی نہ کسی نجات کا دن ہو سکتا ہے اور جتنا وہ نجات حاصل کرتا چلا جاتا ہے ان بندھنوں کے پیچھے جن کو وہ توڑتا ہے کچھ اور بندھن بھی اس کو دکھائی دینے لگتے ہیں۔ پھر وہ ان سے آزاد ہوتا ہے پھر ان کے پیچھے کچھ اور بندھن اس کو دکھائی دینے لگتے ہیں، پھر اس کے پیچھے کوئی اور بندھن دکھائی دینے لگتے ہیں اور تب انسان کو سمجھ آتا ہے کہ کس طرح عارف کامل حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہجرت کا مضمون کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ جس طرح بعض دفعہ پہاڑوں پر چڑھتے ہوئے ایک چوٹی کے بعد دوسری چوٹی پھر دوسری کے بعد تیسری دکھائی دیتی ہے اور انسان حیران ہوتا چلا جاتا ہے میں اپنی طرف سے سب سے بلند نظر آنے والی چوٹی کے سر پہ پہنچ گیا ہوں اس آگے جا کر پھر ایک چوٹی ہے۔ یہ چوٹیاں تو ختم ہو جایا کرتی ہیں۔ ماؤنٹ ایورسٹ پہ آپ پہنچ سکتے ہیں۔ ماؤنٹ ایورسٹ کے بعد پھر آپ کو آسمان کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے گا لیکن وہ چوٹیاں جن کو سر کرنے کا قرآن مجید میں ذکر ملتا ہے وہ ہجرت اور توبہ کی چوٹیاں یہ نہ ختم ہونے والی ہیں۔ تمام عمر کا سفر ہے لیکن اس سفر کے ساتھ ہر دفعہ جب ایک چوٹی کو سر کرتے ہیں تو ایک عجیب راحت محسوس کرتے ہیں، ایک عجیب لذت پاتے ہیں۔ یہ لذتیں آپ کی زندگی میں پیچھے نہیں رہا کرتیں بلکہ آپ کا ساتھ دیتی چلی جاتی ہیں اور ہر لذت کا تنوع اس کے ساتھ آیا کرتا ہے۔ ہر بدی سے نجات کا ایک اپنا لطف ہے اس کا ایک اپنا مزہ ہے جو دوسری بدیوں سے نجات کا نہیں ہے بلکہ اور قسم کی لذت آپ کو نصیب ہوتی ہے اور یہ تجربہ اگر آپ اختیار کریں Consiously یعنی بالارادہ تو پھر آپ کو پتا لگے گا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ بعض دفعہ انسان Machanically یعنی رسمی طور پر اور جس طرح ایک مادی چیز کے ساتھ ایک انسان سلوک کرتا ہے بعض بدیاں چھوڑ دیا کرتا ہے بغیر کسی روحانی تجربے کے۔ یہاں پچھلے دنوں ٹیلی ویژن کے اوپر ایسے پروگرام آرہے تھے کہ اب یہ تمباکو نوشی ترک کرنے کا ہفتہ ہے اور بعض لوگ بتا رہے تھے کہ ہم نے تمباکو نوشی ترک کی اور اس طرح ان تجربوں میں سے ہم گزرے اور بعض نے اپنی لذتوں کا بھی بیان کیا لیکن جو ہجرت الی اللہ کی خاطر

بدیاں ترک کی جاتی ہیں ان کی لذتیں اس سے بہت زیادہ عظیم الشان ہوا کرتی ہیں۔ وہ عام آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ لذتیں کیا ہیں؟ اس لئے اس ارادے اور اس واضح احساس اور شعور کے بغیر تو ہر انسان کوئی نہ کوئی بدی چھوڑتا ہی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ توحید کے مضمون کو سمجھ کر اس کے ساتھ وابستہ کر کے اپنی بدیاں چھوڑنے کا پروگرام بنائیں اور اللہ کی طرف ہجرت اختیار کریں۔ یہ ہجرت اگر آپ اختیار کریں اور میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت میں ہزاروں لاکھوں ایسے ہوں گے جو ہمیشہ اس ہجرت کی طرف کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن اگر اس کی رفتار کو تیز کر دیں، اگر بالارادہ اپنا محاسبہ شروع کریں اور بتوں کی نشاندہی کریں اور پھر ان بتوں کو توڑیں اور ابراہیمی صفات کو اپنے اندر جاری کریں۔ پھر قرآن کریم کو پڑھیں اور دیکھیں کہ قرآن کریم جب ابراہیم کی بت شکنی کا ذکر کرتا ہے کیوں اس شان سے ذکر کرتا ہے؟ بت شکنی ہوتی کیا ہے؟ تب آپ کو معلوم ہوگا کہ توحید کامل کا مضمون کتنا عظیم الشان اور کتنا سر بلند کرنے والا ہے۔ یعنی سروں کو بلند کرنے والا ہے اور اس کا عجز کے ساتھ بھی تعلق ہے اور سر بلندی کے ساتھ بھی تعلق ہے اور بعض دفعہ یہ دونوں کیفیتیں بیک وقت جمع ہو جایا کرتی ہیں۔ مجھے پہاڑوں پر چڑھنے کا بڑا ہمیشہ سے شوق رہا ہے بچپن میں۔ اب تو وقت نہیں ملتا لیکن میں ہائیکنگ بھی کیا کرتا تھا اور پہاڑوں پر بھی چڑھتا تھا۔ مجھے پتا ہے کہ سر بلندی کے ساتھ ایک انکسار بھی عطا ہوا کرتا ہے۔ جب انسان کسی بلند چوٹی کو سر کرتا ہے تو اس وقت روح خدا کے آستانے پر بچھ جایا کرتی ہے اپنی بے حقیقتی، اپنی بے بضاعتی، اپنی بے بسی انسان پر غالب آ جایا کرتی ہے۔ اس وقت تکبر کی بجائے کہ ہم اتنی بلندی پہ پہنچ گئے ہیں اس وقت اسے اپنی بے حیثیتی، بے بضاعتی کا احساس ہوتا ہے، اپنی بے بسی کا اور کم مائیگی کا احساس ہوتا ہے۔

پس توحید کامل کا سفر بہت ہی عظیم الشان سفر ہے اور ناقابل بیان لذتیں اپنی راہوں کی ہر منزل پر رکھتا ہے آپ کے لئے۔ صرف آپ نے آگے بڑھنا ہے اور ان لذتوں سے فیض یاب ہونا ہے اور یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ خدا پر توکل کرتے ہوئے، دعائیں کرتے ہوئے آپ کے لئے لازم ہے کہ آپ یہ سفر اختیار کریں۔ اگر یہ نہیں کریں گے تو آپ نہ مصائب سے نجات حاصل کر سکتے ہیں نہ دنیا پہ کسی قسم کا حقیقی غلبہ حاصل کر سکتے ہیں۔ عددی غلبہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا جب تک اس عددی غلبے کے پیچھے غلبہ توحید نہ ہو اور غلبہ توحید نعرہ ہائے تکبیر کو بلند کرنا نہیں ہے بلکہ غلبہ ہائے توحید

اس مضمون کا نام ہے جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ پہلے تو حید سے اپنے نفس کو مغلوب کر لیں، اپنی ذات میں خلا پیدا کرنا شروع کریں اور ہر خلا کو خدا سے بھر دیں پھر آپ مؤحد کامل بنیں گے اور اگر آپ مؤحد کامل بن جائیں تو کوئی دنیا کی طاقت آپ پر غالب نہیں آسکتی۔ نہ امریکہ آپ پر غالب آسکتا ہے، نہ روس آپ پر غالب آسکتا ہے، نہ چین غالب آسکتا ہے، نہ جاپان غالب آسکتا ہے۔ ان ممالک کی کیا حیثیت ہے جو اپنی بقاء کے لئے ان ممالک سے لٹکے ہوئے ہیں۔ وہ کیسے آپ پر غالب آسکتے ہیں؟ اس لئے ایک ہی امن کا رستہ ہے۔ تیزی کے ساتھ اس امن کی طرف دوڑیں۔

فَفَرُّوا إِلَى اللَّهِ (الذاریات: ۵۱) کے مضمون کو سمجھیں اور خدا فرماتا ہے۔ فرار اختیار کرو، خطرات ہیں تمہیں چاروں طرف سے ان خطرات سے بچنے کے لئے خدا کی طرف بھاگو اور وہ خدا کہاں ہے؟ وہ آپ کے نفس میں موجود ہے۔ آپ کی جبل و رید سے بھی قریب تر ہے۔ اس میں ڈوبنے کی ضرورت ہے اس میں نہاں ہونے کی ضرورت ہے اور محض یہ کہنا کافی نہیں کہ میں خدا میں ڈوب گیا اور میں خدا میں نہاں ہو گیا کیونکہ یہ سارے جھگڑے اور دلدہ لے کر انسان خدا میں نہیں ڈوب سکتا۔ جس طرح بعض دفعہ آپ نے دیکھا ہے باہر سے واپس آتے ہیں سفر کر کے، شکار کر کے یا ویسے گندی سڑکوں سے، کپڑے گزرتے ہوئے تو اپنے گھر میں بھی آپ ان بوٹوں کے ساتھ داخل نہیں ہوا کرتے۔ بعض دفعہ اس لباس کے ساتھ بھی داخل نہیں ہوا کرتے۔ بعض دفعہ میں نے دیکھا ہے انگریز زمینداروں کو کہ زمیندار کے کام سے فارغ ہو کر لدھے پھندے اپنے گند کے ساتھ اور خاص قسم کے لباس کے ساتھ جو گندہ ہو جایا کرتا ہے۔ گھر میں داخل ہوتے ہیں تو پہلے آواز دیتے ہیں گھر میں کہ لاؤ میرے دوسرے کپڑے لاؤ، میرے دوسرے بوٹ لاؤ، میرے لئے پانی لاؤ۔ وہاں اپنے پرانے کپڑے اتارتے ہیں، صفائی کرتے ہیں، پھر وہ داخل ہوتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ میں داخل ہونے کے لئے اس سے بھی زیادہ نظافت کی ضرورت ہے، صفائی کی ضرورت ہے اور ان گناہوں کی ڈھیروں کے ساتھ اور گندگیوں کے ساتھ انسان یہ کہہ کر خدا میں داخل نہیں ہو سکتا کہ اے خدا میں تجھ میں داخل ہو گیا۔

یہ نہاں ہم ہو گئے یار نہاں میں

(درمئین صفحہ: ۵۰)

یہ مضمون کہنے میں آسان ہے لیکن اسے ایک عارف باللہ ہی حقیقت میں بیان کر سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام واقعہً خدا میں نہاں ہو جایا کرتے تھے کیونکہ آپ کے ساتھ غیر اللہ کا تعلق باقی نہیں رہا تھا۔ غیر اللہ سے جڑے ہوئے آپ کس طرح خدا میں نہاں ہو جائیں گے؟ اور جب تک آپ خدا میں نہاں نہ ہوں گے غیروں کے واروں سے آپ بچ نہیں سکتے۔ غیروں کے حملے سے آپ پناہ میں نہیں آ سکتے۔ آپ کے وجود کا کچھ نہ کچھ حصہ اس محفوظ فیصل سے باہر رہ جائے گا جو خدا کی حفاظت کی فیصل ہے۔

پس آج سب سے زیادہ ضرورت ہے کہ ہم توحید کے مضمون کو خوب اچھی طرح سمجھیں اور اس رمضان مبارک میں کثرت کے ساتھ یہ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا کامل مؤحد بندہ بنا دے اور تمام جماعت کے لئے بھی دعائیں کریں۔ اس دعا میں ساری دعائیں آجاتی ہیں۔ اس دعا میں اپنے مظلوم بندوں کی حفاظت کی دعا بھی آجاتی ہے۔ کیونکہ آپ ان کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ آپ جو چاہیں کر لیں آپ میں طاقت نہیں ہے۔ اگر آپ میں طاقت ہوتی تو ان ظالموں کو جرأت نہ ہوتی کہ آپ کے بھائیوں کو اس قسم کے دکھ دیں اور اس قسم کی تکلیفیں پہنچائیں۔ پس ایک ہی راہ ہے آپ ان کی حفاظت کے لئے ایک ہی اقدام ہے جو کر سکتے ہیں کہ ان کے لئے توحید کامل کے حصول کی دعا کریں اور خود مؤحد کامل بن جائیں کیونکہ اگر آپ مؤحد کامل بن جائیں گے تو آپ کی ہر درد کی پکار آسمان پر سنی جائے گی۔ آپ کی ہر التجاء مقبول ہوگی یہ ممکن نہیں ہے کہ ان کے دکھوں کا دکھ جو آپ کے دل کو حاصل ہوگا اس پر خدا رحمت اور شفقت کی نگاہ نہ کرے۔ بارہا میں نے دیکھا ہے کہ ایسے ایسے خوفناک مصائب یوں آنا فنا ٹل جاتے ہیں جیسے بعض دفعہ آندھیاں بادلوں کو بکھیر دیا کرتی ہیں۔ اگر دل میں ایک شدید درد کی لہر دوڑے اور انسان اس کو محسوس کر لے کہ خدا کی رحمت کی نظر اس پر پڑ گئی ہے۔ بعض دفعہ ابتلاء کچھ دیر لمبے بھی ہو جایا کرتے ہیں۔ یہ بھی الگ مضمون ہے لیکن جو مؤحد ہو جائے پھر وہ اس بات سے بے نیاز ہو جایا کرتا ہے کہ جلدی سنی گئی ہے یا دیر میں سنی گئی کیونکہ یہ بھی ایک توحید ہی کی علامت ہے۔ توحید میں سپردگی کا مضمون ہے نہاں ہونے کا مضمون ہے۔ جب آپ اپنے وجود کو خدا کے سپرد کر دیتے ہیں پھر اس پر چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر جانتے ہیں کہ اب جو کچھ بھی ہونا ہے خدا تعالیٰ کی اعلیٰ اور باریک درباریک حکمتوں کے نتیجے میں ہونا ہے اور وہ بہتر سمجھتا ہے کہ کس طرح

ہماری دعاؤں کو قبول کرے گا اور کونسی چیز ہمارے لئے بہتر ہے لیکن اس مضمون کے ساتھ پھر بے چینی غائب ہو جاتی ہے، تکلیف کے ازالے ہو جاتے ہیں، انسان اپنے آپ کو امن میں محسوس کرتا ہے۔  
تو یہ بقیہ رمضان خصوصیت کے ساتھ توحید کے لئے دعائیں کریں۔ ہم نے تمام دنیا کو توحید سے فتح کرنا ہے۔ اس کے بغیر عدوی غلبہ اور سیاسی غلبہ کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ سچے مومن کو ان غلبوں کی ایک جوتی کی نوک کے برابر بھی پرواہ نہیں ہوا کرتی۔ غلبہ وہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور خدا کی توحید کو بنی نوع انسان کے دلوں پر قائم کر دے اور بنی نوع انسان کو اس توحید کے جلال سے مغلوب کر دیں۔

پس ہمارا سفر اس صدی میں اب شروع ہو چکا ہے اس سفر کا منتہا یہ رہنا چاہئے اور اس سفر کا قبلہ ہمیشہ یہی رہنا چاہئے اور کبھی بھی ہم میں اس قبلے سے روگردانی نہیں کرنی چاہئے کہ اس صدی کے اختتام سے پہلے پہلے لازمًا خدا کی توحید دنیا پر غالب آ جائے۔ ان علاقوں میں اور ان قوموں پر بھی غالب آ جائے جہاں توحید کے نعرے تو بلند ہوتے ہیں مگر دل توحید سے خالی ہیں۔ ان علاقوں اور ان قوموں میں بھی غالب آ جائے جہاں توحید کے تصور کے ساتھ مشرکانہ تصور مل جل گئے ہیں اور توحید کا تصور بھی خالص نہیں رہا اور ان علاقوں میں بھی توحید غالب آ جائے جہاں ابھی تک خدا کا تصور بھی دوبارہ قائم نہیں ہو سکا یعنی پہلی نسلوں سے اس تصور کو مٹا دیا گیا اور اب اندھی نظریں ایسی پیدا ہو رہی ہیں۔ کروڑ ہا کروڑ انسان ایسے پیدا ہو رہے ہیں جو اپنے خالق کے وجود کے احساس سے ہی عاری ہیں۔ بہت بڑا کام ہے اتنا بڑا کام ہے کہ ہمارا اپنی موجودہ حیثیت کو دیکھتے ہوئے یہ اعلان کرنا کہ ہم یہ کام کر لیں گے ایک دیوانے کی بڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ بارہا میں نے تجربہ کیا ہے بڑے بڑے دانشور مجھے ملنے آتے ہیں جب ان کو میں بتاتا ہوں کہ یہ ہمارا پروگرام ہے تو بعض دفعہ کہتے ہیں واقعی آپ کو یقین ہے کہ آپ ایسا کر لیں گے؟ میں ان کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ ہاں ہمیں یقین ہے اور اس یقین کی وجوہات ہیں۔ میں ان کو ماضی میں لے جاتا ہوں اور پرانے زمانوں کے سفر کرتا ہوں، ان کے مسیح کے زمانے کی سیر کرتا ہوں، ان کو بتاتا ہوں کہ دیکھو پہلے بھی ناممکن تھا، ناممکن تو ضرور ہے لیکن ہو جایا کرتا ہے یہ ناممکن۔ یہ ناممکن وہ نہیں جو اس کو تم دنیا کی نظر سے ناممکن سمجھتے ہو، یہ اور مضمون ہے۔ وہ ہمدردی میں بعض دفعہ شرافت میں خاموش تو ہو جاتے ہیں لیکن مجھے نظر آتا

ہے کہ ان کی آنکھوں میں بے یقینی باقی رہی ہے کیونکہ یہ دانشور لوگ ہیں یہ جانتے ہیں کہ اس چھوٹی سی جماعت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ٹھیک ہے ایک سو بیس ممالک میں پھیل گئی مگر کہاں تک پھیلی، کتنا نفوذ کیا؟ ایک بھی تو ایسا ملک نہیں جہاں ان کو واقعی غلبہ اور قوت نصیب ہو گئی ہو اس لئے وہ اپنے اندازے لگاتے ہیں، اربع لگاتے ہیں اور کہتے ہیں ہاں نیک ارادے ہیں آگے بڑھو لیکن یہ دنیا تمہارے اختیار کی دنیا نہیں، تمہاری طاقت سے باہر نکل چکی ہے۔ جس رفتار سے تم اس دنیا کو تو حید کی طرف لاؤ گے اس سے سینکڑوں گنا زیادہ رفتار سے یہ دنیا غیر محدود اور مشرک اور بے دین بچے پیدا کر رہی ہوگی۔ اس لئے عقل کے ناخن لو تم کیسے ایسے بڑے دعوے کرتے ہو؟ اگر دنیا کے کمپیوٹرز میں ان دلائل کو ڈالا جائے تو کوئی شبہ نہیں آج دنیا ہمیں دیوانہ اور ان تو حید کے غلبے کے انکار کرنے والوں کو فرزانہ قرار دے گی لیکن ایک اور کمپیوٹر ہے اور وہ مذاہب کا کمپیوٹر ہے، مذاہب کی تاریخ کا کمپیوٹر ہے، وہ تقدیر الہی کا کمپیوٹر ہے۔ اس میں اگر آپ یہی واقعات ڈالیں اور یہی موازنے کریں تو ہمیشہ یہ جواب آئے گا کہ یہ دیوانے، یہ کمزور جن کو دنیا سمجھتی ہے کہ آج نہیں تو کل مٹا دیئے جائیں گے انہوں نے ضرور غالب آنا ہے اور یہ بلند بانگ دعاوی جو تمہیں دکھائی دیتے ہیں یہ ضرور سچے نکلیں گے۔ اس لئے کہ تو حید کا مضمون ہی ایسا ہے۔ غالب نے کہا ہے کہ

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا

درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

(دیوان غالب صفحہ: ۹۶)

اس نے تو اور رنگ میں کہا ہے مگر میں اس کو ہمیشہ تو حید کے مضمون پر اطلاق پا کر کے اس کی لذت حاصل کرتا ہوں۔ ہم ایک قطرہ ہیں ہمارے مقابل پر سمندر ہیں۔ ہماری عشرت یہ نہیں ہے کہ ان شور سمندروں میں غائب ہو جائیں اور ان کے ساتھ بچتی اختیار کر کے ان کی عظمتوں کو اپنی عظمت سمجھنے لگیں۔ یہی پیغام ہے جو آج پاکستان ہمیں دے رہا ہے۔ یہی پیغام ہے جو آج بعض دوسرے عرب ممالک اور دیگر مسلمان ممالک خواہ عرب ہوں یا غیر عرب ہوں ہمیں دے رہے ہیں اور وہ یہی کہتے ہیں کہ آؤ ہم تمہیں عشرت قطرہ بتاتے ہیں۔ تم ہمارے مقابل پر ایک قطرے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے اور قطرے کی لذت یہ ہو جایا کرتی ہے کہ وہ سمندر میں غرق ہو جائے اور اپنے وجود کو، اپنی



انفرادیت کو کھودے۔ پھر تم ہم جیسے ہو جاؤ گے، ہماری موجوں کے ساتھ موجیں مارو گے، ہمارے غلبوں کے ساتھ ساحلوں پہ غلبے حاصل کرو گے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ نہیں ہم اور قسم کے قطرے ہیں ہم وہ قطرے ہیں جو توحید میں فنا ہونے والے ہیں۔ تمہارے سمندروں کے تو کنارے موجود ہیں مگر توحید باری تعالیٰ بے کنار ہے اس کی کوئی حدیں نہیں اگر تمہارے سمندر میں غرق ہونے سے ایک قطرہ تمہارے سمندر کی سی عظمتیں حاصل کر سکتا ہے تو کیوں غور نہیں کرتے کہ توحید باری تعالیٰ کے سمندر میں غرق ہونے سے ایک قطرہ کتنی عظیم الشان عظمتیں حاصل کر سکتا ہے، کتنی ناقابل بیان عظمتیں حاصل کر سکتا ہے۔ پس وہ عشرت ہے جس کی طرف میں آپ کو بلاتا ہوں، اپنے وجود کے حقیر ذرے کو، اپنی جماعت کے ایک قطرے کو آپ توحید باری تعالیٰ کے ناپیدا کنار سمندر میں غرق کر دیں پھر آپ نے غالب آنا ہی آنا ہے کوئی دنیا کی طاقت آپ پر غالب نہیں آ سکتی۔ یہ سمندر پھر آپ کی منتیں کریں گے کہ اے قطرہ توحید ہمیں اپنے اندر داخل کر لو ہم اپنی شوریدگیوں سے تنگ آئے بیٹھے ہیں، ہمیں اپنے وجود کا حصہ بناؤ، ہمیں پاک کرو تا کہ ہم تمہارے ساتھ مل کے خدا کی توحید کے عظیم سمندر کا ایک حصہ بن جائے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔